ڈاکٹر اسد فیض

ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، سیکٹر F-10/3 اسلام آباد

اردو کے اہم ادبی جرائد کے اولین شمارے

Dr. Asad Faiz

Associate Professor ,I.M.C.B,F-10 /3, Islamabad

Frist Issues of Urdu Prominent Literary Magazines

Four litrary magazines in urdu published at different times from 1922 to 1948 in the sub continent.Played significant role in the development of urdu literature.This article documents details of their first issues.These litrary magazines were dumbed in the libraries and cast into oblivion.This article is an effrot to unearth those magazines and make their contents accessible for contemporary readers.This article also presents a critical discussion of the content theirin,So that it is conveient to measure their literary merit and appreciate their contribution to urdu language and literature.

بیسویں صدی کی ابتدائی دھائیوں میں برصغیر کے اہم ادبی مراکز سے ادبی جرائد کی اشاعت کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ اِن ادبی جرائد نے برصغیر کے ادبی معاشرہ کی علمی اور فکری بنیادیں استوار کیں اور اُن کو استحکام بخشا۔ اپنے عہد کا شعور اپنے اندر سمیٹے ہوئے یہ ادبی رسائل ہمارا عظیم اثاثہ ہیں۔ آج کے کئی معروف ادیبوں کی ابتدائی تحریروں اور علمی و فکری تحریکوں کے بھی یہ جرائد امین ہیں۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے اپنے ایک مضمون ''اردو کا اولین رسالہ'' میں ''محبّ ہند'' دہلی کو اردو زبان کا اولین ادبی جریدہ قرار دیا ہے۔ اس کا اجرا جون ۱۸۴۷ء میں عمل میں آیا(۱)۔ یہ ہر ماہ دہلی سے چھوٹی تقطیع کے پچاس صفحات کی ضخامت میں شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر ماسٹر رام چندر (۱۸۲۱۔۱۸۸۰) تھے جو دہلی کالج میں علوم ریاضی کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے کئی کتب تالیف کیں۔ ان میں چند اردو زبان میں بھی تھیں۔ رسالہ ''محبّ ہند'' میں بہادر شاہ ظفر، شاہ نصیر کی غزلیں اور مومن و مجنوں کی شاعری بھی شائع ہوتی رہی۔ یوسف خاں کمبل پوش کا سفرنامہ کئی شماروں میں قسط وار طبع ہوا۔ اکتوبر ۱۸۴۹ء کے شمارے میں یوسف خاں کمبل پوش کی شبیہ بھی شائع کی گئی۔ رسالہ محبّ ہند سے اب تک ادبی جرائد کی اشاعت کو ایک سو باسٹھ برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس دوران جن رسائل نے اپنی منفرد اشاعتوں سے ادبی تاریخ پر یادگار نقوش ثبت کیئے۔ اُن میں ایک اہم نام نیاز فتح پوری کے ادبی جریدہ ''نگار'' کا ہے۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کی ابتدا میں اس ادبی جریدہ نے ہندوستان میں ایک دبستان اور تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی اور اس کے موضوعات اور اسلوب نثر ادب کی رومانوی تحریک کی تقویت کا باعث بنے۔ ''نگار'' کا

پہلا شمارہ فروری ۱۹۲۲ میں آگرہ سے شائع ہوا (۲)۔ اولین شمارہ کے سرورق پر رئیس التحریر کے عنوان سے نیاز فتح پوری کا نام درج ہے۔ جبکہ اندرونی صفحات سے پتہ چلتا ہے کہ مخمور اکبرآبادی بھی ان کے ساتھ معاون مدیر کے طور پر شامل تھے۔ نیاز فتح پوری (۱۸۸۴۔۱۹۶۶) تاریخ ساز ادبی شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کے ادبی، مذہبی اور تہذیبی منظرنامے پر انمٹ نقوش ثبت کئے۔ نگار بنت عثمان ترکی کی ایک انقلابی شاعرہ تھی۔ نیاز اس کی انقلابی اور رومانوی شاعری سے متاثر تھے۔ اس لئے انہوں نے اُس کے نام پر نگار کا اجراء کیا۔۔ نیاز فتح پوری اس وقت تک افسانہ نگار کے طور پر شہرت حاصل کر چکے تھے لیکن نگار ان کے سنجیدہ علمی موضوعات کا صحیح معنوں میں ترجمان ثابت ہوا۔ نگار میں انہوں نے اخلاق وحکمت سے لے کر علم نجوم، مذہب، ادب، سیاست، معاشرت اور جنس تک کے موضوعات پر خامہ فرسائی کی۔ پہلے شمارے کے کل صفحات اسی (۸۰) ہیں۔ پرچہ کی ابتدا منظوم انتساب کی صورت ہے۔ جو نیاز فتح پوری کے اعلاشعری ذوق اور اختراعی ذہن کی علامت ہے۔ اس تخیلاتی اور احساس آفریں نظم کا آخری شعر ہے۔

ان خندہ ہائے حسن کی کرتا ہوں قائم یادگار
یعنی ان پھولوں کا ہے چھوٹا سا گلدستہ نگار

''عناصر نگار'' کے عنوان سے نیاز نے اداریہ لکھا ہے اور ''نگار'' کی اشاعت اور اس کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی ہے۔ نثری مضامین میں پہلا مضمون شعر (عربوں کے نقطہ نظر سے) ہے یہ نیاز فتح پوری کا لکھا ہوا ہے۔ جس میں شاعری اور شعر کی داستان کو رقم کیا گیا ہے۔ اس میں تمام دیگر اقوام اور زبانوں میں بھی شاعری کے معانی اور ارتقا پر روشنی ڈالی گئی ہے اس مضمون سے اندازہ ہوتا کہ نیاز تحقیقی مزاج بھی رکھتے تھے۔ فکشن کی ذیل میں ''سمنستان کی شاہزادی'' کے عنوان سے لطیف الدین احمد کا ایک افسانہ شائع ہوا ہے۔

ل احمد کا اسلوب سجاد حیدر یلدرم کے رنگ سے مماثلت رکھتا ہے، کہانی دلچسپ اور قدیم شہزادے شہزادیوں کے قصے پر مبنی ہے۔

اگلے صفحات پر نیاز فتح پوری کا ایک مضمون ''کیا مانی واقعی مصور تھا'' طبع ہوا ہے، جس میں مانی کی اصلیت کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے اور اس کے مذہب کے بارے میں معلومات پیش کی گئی ہیں۔ ''صحرا کے موتی'' کے نام سے قمر الحسن قمر کی ایک کہانی اس شمارے کی زینت ہے۔ یہ عرب معاشرت سے متعلق ہے اور ایک لڑکی کی بے مثال قربانی سے عبارت ہے۔ ترکی ادب سے ماخوذ ''گیسو'' کے عنوان سے نیاز اور ''مطربہ'' کے نام سے امتیاز علی تاج کی رشحات قلم برصغیر میں ترکی ادب کی مقبولیت اور نثر کے رومانوی اسلوب کے مرصع و رنگین انداز کی خوبصورت جھلکیاں ہیں۔ نثر کے دیگر مضامین میں جو نیاز فتح پوری نے لکھے۔ ان میں ''جرمن حرب وتجارت کا ایک عجیب راز''، معلومات حرکت زمین کا مشاہدہ عینی، اشتراکیت کے عنوان سے تمام معلوماتی مضامین نیاز فتح پوری کے نتیجۂ فکر کے مرہون منت ہیں۔ صفحہ ۵۵ پر ایک غلطی کا ازالہ کے عنوان سے نیاز نے علی گڑھ میگزین کی جولائی تا اکتوبر اشاعت میں سُہا کی شرح دیوان غالب پر ایک معاندانہ تبصرہ سے اپنی لاتعلقی کا اعلان کیا ہے۔ مضمون کے آخر میں صرف فتح پوری از بھوپال شائع ہوا ہے۔ انہوں نے ایڈیٹر رشید احمد صدیقی سے نگار کے صفحات کے توسط سے استدعا کی ہے کہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ نگار کے اس شمارے میں چھپنے والی منظومات بھی معیاری ہیں۔ ''فروغ نظر'' کے عنوان سے ضیائی، ''شام جمن'' کے نام سے مخمور اکبرآبادی جن کا اصل نام سید محمد محمود رضوی ہے ان کی ایک نظم، ''اندر پرستش'' کے عنوان سے صفحہ ۳۹۔۴۰ پر ایک فارسی نظم، ''بہار کی دیوی'' کے عنوان سے نیاز فتح پوری کی نظم اس شمارہ کا قابل قدر حصہ ہیں۔ اس شمارے کی واحد غزل شوکت علی فانی کی تحریر کردہ ہے جس پر ایڈیٹر نے ایک طویل نوٹ لکھا ہے۔ مجموعی طور پر ''نگار'' کا یہ شمارہ اس دور کے ادبی مزاج کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ خاص طور پر اس شمارے کی وساطت سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نیاز اپنے عہد کی نابغہ روزگار شخصیت تھے جنہوں نے ادب میں اپنی الگ پہچان بنائی۔ اگست ۱۹۶۲ سے نگار

پاکستان کے نام سے کراچی سے تسلسل کے ساتھ شائع ہورہا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس کے ایڈیٹر اور پبلشر ہیں۔نگار کا شمار آج بھی سنجیدہ ادبی جرائد میں ہوتا ہے۔جس پر ابتدا میں نیاز کی اور اب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی شخصیت کی چھاپ نمایاں ہے۔اس کا ہر شمارہ یادگار حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

بیسویں صدی کی دوسری دھائی میں ایک اور ادبی جریدے نے بھی مجلّاتی صحافت کو نئی راہوں اور مزاج سے آشنا کیا۔اس کا نام نیرنگ خیال ہے۔

''نیرنگ خیال'' کے مالک و مدیر حکیم یوسف حسن تھے۔وہ افسانہ نویس اور طبیب بھی تھے۔وہ ۱۸۹۴ کو لاہور میں پیدا ہوئے ۔ابتدائی تعلیم لاہور میں پائی۔مڈل پاس کرنے کے بعد ریلوے میں بطور گڈس کلرک ملازم ہوگئے تھے۔لائل پور میں بھی تعینات رہے۔انہوں نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا افسانہ نگاری سے کی۔اُن کے افسانے ''نیرنگ خیال'' اور ''زمانہ'' کانپور میں شائع ہوتے رہے۔جو اس زمانے کا ایک مقبول ادبی جریدہ تھا۔حکیم یوسف حسن نے ''نیرنگ خیال'' کا اجرا جولائی ۱۹۲۴ میں لاہور سے کیا(۳) ان کے ساتھ محمد دین تاثیر (۱۹۰۲۔۱۹۵۰) بھی جائینٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے شریکِ سفر تھے۔حکیم یوسف حسن کا کہنا ہے کہ ''نیرنگ خیال'' کا نام حکیم فقیر محمد چشتی نے تجویز کیا تھا اور اس کا ٹائیٹل بھی حکیم فقیر محمد چشتی نے بنایا تھا(۴) پہلے شمارے کا سائز ۸ / ۲۳x۳۳ ۲۳ اور اس کے کل صفحات پچاس تھے۔علامہ اقبال نے ''نیرنگ خیال'' کی اشاعت پر اس کے ایڈیٹر کو ایک خط ۱۷اگست ۱۹۲۴ کو تحریر کیا۔

> ''رسالہ نیرنگ خیال جو حال ہی میں لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔بہت ہونہار معلوم ہوتا ہے۔اس کے مضامین میں پختگی اور متانت پائی جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ پنجاب میں صحیح ادبی مذاق پیدا کرنے میں بہت مدد ثابت ہوگا''(۵)

پہلے شمارے کا اداریہ ''مقالہ افتتاحیہ'' کے عنوان سے حکیم یوسف حسن نے تحریر کیا ہے۔انہوں نے اداریہ میں لکھا ہم اسے تجارتی فوائد کے لیئے نہیں چلا رہے مگر ہم تمام تجارتی اصولوں کے پابند رہیں گے تاکہ اس رسالہ کی زندگی محض ایک رقص شرر ثابت نہ ہو۔اُن کا یہ خلوص شائد قدرت کو اتنا پسند آیا کہ اس پرچے نے خاص نمبروں کی اشاعت کا

رواج ڈالا اور علامہ اقبال کی زندگی ہی میں ان پر ایک شاندار اور یادگار نمبر ستمبر۔اکتوبر ۱۹۳۲ میں شائع کیا۔حکیم یوسف حسن کا انتقال ۱۹۸۱ کو راولپنڈی میں ہوا۔ان کی عمر نوے برس تھی (۶) حکیم یوسف حسن کا یہ فیضان ''نیرنگ خیال'' جس نے اپنا اشاعتی سفر ۱۹۲۴ء میں شروع کیا تھا۔آج بھی جاری و ساری ہے۔اب سلطان رشک اِسے راولپنڈی سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔پہلے شمارہ کے مشمولات میں مضامین کا حصہ بے حد معیاری اور معلوماتی ہے۔ابتدائی صفحات میں ''شذرات'' کے عنوان سے ہندوستان بھر سے اہم خبروں اور واقعات کو بھی شائع کیا گیا ہے۔ان شذرات سے اس دور کے سیاسی و معاشرتی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔تحریک خلافت کے حوالے سے تحریر ہے۔

> ''سیاسی سرگرمیوں اور مسئلہ خلافت کے حل میں مسلمانوں کے کامل دس سال صرف ہوچکے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ مسئلہ خلافت ہنوز روز اول کا مصداق ہے اور بلاشبہ اس کی ضرورت سمجھنے یا اس کے متعلق حقیقی کام کرنے کا وقت اب آیا ہے۔گزشتہ دس سال کی سیاسی سرگرمیوں سے ہمیں کوئی نمایاں فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ ان سرگرمیوں کا انجام ہندو مسلم نفاق کی صورت ظاہر ہوا ہے اور تمام ملک میں کانگریس کمیٹیوں کی جگہ سنگھٹن شدھی اور مہابیر دل وغیرہ جماعتوں نے لے لی ہے۔قومی اخبارات کی جگہ ہندو مسلمانوں کو لڑانے اور گالیاں دینے کے لئے

فحش نویس ظریفانہ اخباروں کا ظہور ہوا ہے۔(۷)

شذرات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیسویں صدی کی دوسری دھائی کے وسط میں پنجاب میں طاعون کی وبا نے بے حد جانی نقصان کیا اور اس کا زیادہ تر شکار مسلمان ہوئے۔

اس شمارے کی واحد افسانوی تحریر بلقیس خاتون جمال بنت مولوی عبدالاحد کا ایک فسانہ ''عصمت کی دیوی'' ہے یہ افسانہ ہندوستانی عورت کی عزت و عصمت کے لئے قربانی اور پتی ورتا کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔جس وجہ سے دیوتاؤں نے اسے ''عصمت کی دیوی'' کا خطاب دیا ہے۔اس افسانے کا مرکزی کردار ایک ہندو عورت تلوتما ہے۔

اس شمارے کے دیگر معلوماتی اور خوبصورت مضامین میں ملک عبدالقیوم کا ترکوں کی معاشرت، دینی مضامین میں مولانا محمد عبداللہ کا مضمون ''حسن معاملت''''ایک مسلمان کے قلم سے ایک فکر انگیز مضمون ''عمل'' میں اُس دور کے مسلمانوں کی حالت زار کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

> ''مسلمانوں کی موجودہ پستی اور تنزل و کمزوری محض کام نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔مسلمان باتیں بہت کرتے ہیں لیکن کسی نظام و ضابطہ کے ماتحت عمل کرنا ان کے لئے محال ہے۔قوم کی جہالت و لاعلمی کو دور کرنیکے لئے تعلیمی نظام پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔قوم کی مالی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے قوم کو تجارتی و صنعتی کاموں میں حصہ لینے کی حاجت ہے۔(۸)

عبدالرحمٰن چغتائی جن کو اس شمارے میں ہندوستان کا مایہ ناز مصور کہا گیا ہے۔اُن کے فن کا نمونہ ایک مصورانہ کاوش ''لیلیٰ کا تحفہ'' اور نثری تحریریں بہ عنوان ''حجازی شراب'' اور ''راوی'' بھی شامل ہیں۔ایڈیٹر نے اس پر ایک مختصر شذرہ رقم کیا ہے اور اس اسلوب نثر کو جو رنگینی عبارت سے معمور ہے عبدالرحمٰن چغتائی کا خاص مصورانہ اسلوب قرار دیا ہے۔محمد دین تاثیر کا ایک مضمون ''فلسفہ اقبال'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔اس میں انہوں نے علامہ اقبال کی فکر کو مشرقی تناظر میں پیش کیا ہے اور معترضین کے اس اعتراض کو رد کیا ہے کہ اقبال کی فکر کا ماخذ مغربی افکار ہیں۔اس شمارے میں ایڈیٹر حکیم یوسف حسن کا ایک مضمون ''میں کون ہوں'' کے عنوان سے طبع ہوا ہے۔یہ مضمون انسان کو محنت اور عمل کا درس دیتا ہے۔اس میں قومی اور انفرادی سطح پر کام کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔''گل صد برگ'' کے عنوان سے ہندوستان کے اخبارات و رسائل کی منفرد تحریروں کے انتخاب کا ایک گوشہ ترتیب دیا گیا ہے۔جس میں دو مختصر تحریریں ''میں کہاں ہوں'' اور ''تاج آگرہ'' شائع کی گئی ہیں۔''اخبارِ علمیہ'' کے عنوان سے ''نیرنگ خیال'' میں ہندوستان کے اخبارات و رسائل کی منفرد و اہم تحریروں کو بھی جگہ دی گئی ہے۔یہ نئی دریافتوں اور ایجادات سے متعلق ہیں۔''تنسیخ خلافت پر ایک محققانہ رائے'' کے عنوان سے آغا محمد صفدر کا ایک مضمون بھی شامل اشاعت ہے جس میں تحریکِ خلافت کے تاریخی کردار کا جائزہ لیا گیا ہے۔''عہد حاضرہ کا مغل اعظم'' کے عنوان سے ایک تحریر کا انگریزی جریدہ سے ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔جس میں سنت نہال سنگھ کی مسلمان حکمران شاہ دکن کے دولت کا ڈھیر رکھنے کے باوجود کفایت شعاری سے کام لینے اور سادہ زندگی بسر کرنے کو ہدف تنقید بنایا ہے۔جس کے جواب میں مدیر ''نیرنگ خیال'' نے شاہ دکن کی علم دوستی کا حوالہ دیتے ہوئے کفایت شعاری کو عین بمطابق اسلام بتایا ہے۔آخری صفحات میں ''پارہ دل'' کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی کی ایک تحریر بھی شائع ہوئی ہے۔جس میں مسلم معاشرت کی اصلاح کے حوالے سے مختصر تحریریں جمع کی گئی ہیں جن میں مسلمانوں کو خاص طور پر عورتوں کو ہندوؤں کی شادی بیاہ اور دوسری رسموں سے اجتناب برتنے کی تلقین کی گئی ہے۔شاعری کی ذیل میں جو منظومات اس شمارے میں شائع ہوئی ہیں ان میں ''طوق اور زنجیر سے گھبرائیں کیا'' مولانا اختر علی خان کی نظم ہے جو مولانا ظفر علی خاں کے صاحب زادے تھے۔

سنگدل ہے اس کے در پہ جائیں کیا اپنا سر پتھر سے ہم ٹکرائیں کیا کس سے ہوگا چارہ دردِ فراق اس دل بیتاب کو سمجھا

ئیں کیا ہو چکے جب زلفِ پُر خم کے اسیر طوق اور زنجیر سے گھبرائیں کیا دے کے ان کے ہات میں قسمت کی باگ

اس کئے پر اپنے ہم پچھتائیں کیا کج ادائی جس کا شیوہ ہو چکا حال دل اس شوخ کو بتلائیں کیا داغ ہائے غم ہیں دل پر

جا بجا کھول کر سینہ انھیں دکھلائیں کیا پوچھتے ہیں ہم سے وہ اختر کا حال ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''(۹)

اس کے علاوہ ''نمودِ صبح'' کے نام سے محمد دین تاثیر ''برسات کی رت''، محمود حسن محمود اسرائیلی ''وارداتِ قلب'' کے عنوان سے حامد اللہ افسر بی اے، ''ادبیات'' عزیز لکھنوی، ''افکار ناظم''، ابوالاثر محمد ناظم، حسیات شایق، سردار اودے سنگھ شائق کی خوبصورت نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ غزلوں میں ظہیری بدایونی، سہا، تاجور نجیب آبادی، اور رابعہ پنہاں کی شاعری اس شمارے کی زینت ہے۔ اسلامی دنیا کی مردم شماری کے عنوان سے آخری صفحات میں دنیا میں مختلف حوالوں سے دئے گئے اعداد شمار سے مسلمانوں کی آبادی کا تخمینہ لگانے کی سعی کی گئی ہے اور تحریر کیا گیا ہے۔

''اس جدید حساب کی رو سے مسلمانوں کی تعداد ۲۳۴۸۱۴۹۸۹ ہے۔ جس میں سے دس کروڑ ستاون لاکھ تیئیس ہزار انگریزی جھنڈے تلے ہیں''(۱۰)

''مرقع الاخبار'' کے تحت واقعات حاضرہ کے حوالے سے ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ (۲) غازی فتحی بے جو مسئلہ موصل (۳) آغا محمد صفدر استقبالیہ کمیٹی۔ صفحہ ۵۱ پر ایک ادبی جریدہ اور ایک گلدستہ کا اشتہار بھی شائع ہوا ہے۔ ان میں ایک دلکش لاہور جس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۲۴ میں شائع ہونا ہے۔ دوسرا الکمال ہے جو عرصہ سے لاہور سے شائع ہوتا ہے اور اسے ہندوستان بھر کا واحد گلدستہ قرار دیا گیا ہے جو ملک وقوم کی خدمت کر رہا ہے۔ مجموعی طور پر جولائی ۱۹۲۴ میں ''نیرنگ خیال'' کا پہلا شمارہ متنوع دلچسپیوں کا محور و مرکز ہے۔ یہ شمارہ حکیم یوسف حسن اور محمد دین تاثیر کی اجتماعی کوششوں کا ثمر ہے۔ جنہوں نے اسے دلچسپ بنانے کے لئے مختلف علمی مذہبی اور قومی معاملات و مسائل پر بھی مضامین کو اس شمارے میں شامل اشاعت کیا۔ اس دور کی مسلم معاشرت، ہندوستان کے سیاسی و معاشرتی حالات ادیبوں کی سوچ وفکر کا بھی یہ شمارہ آئینہ دار ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''نیرنگ خیال'' محض ایک ادبی جریدہ ہی نہ تھا ایک علمی تحریک کا نام بھی تھا جس نے برصغیر کے عوام میں آزادی کا جذبہ ابھارنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

نقوش ایک اور ایسا جریدہ ہے جس نے قیام پاکستان کے بعد اپنا سفر شروع کیا لیکن اردو کی ادبی صحافت میں اپنے لیے ایک الگ جگہ بنالی۔ نقوش کے تمام اشاعتی سفر کے دوران اس کے خاص نمبر ہی اس کی وجہ شہرت بنے۔ نقوش کا پہلا شمارہ مارچ ۱۹۴۸ میں منصۂ شہود پر آیا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر ہاجرہ مسرور اور احمد ندیم قاسمی تھے۔ ان کی ادارت میں شمارہ ایک تا دس شائع ہوئے۔ قاسمی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ''نقوش'' کا نام انھوں نے تجویز کیا تھا(۱۱) پہلے شمارے کا سرورق آذر زوبی نے بنایا تھا۔ اس کی پیشانی پر ''زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا ترجمان'' کے الفاظ بھی قاسمی صاحب کے خلاق ذہن کی اختراع تھے۔ محمد طفیل (۱۹۲۳۔۱۹۸۶) جو نقوش کی بدولت محمد نقوش بن گئے تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۴ میں لاہور میں ادارہ فروغ اردو کی بنیاد رکھی تھی ''نقوش'' کا اجراء اس کے تحت کیا گیا تھا۔ ''نقوش'' نے کئی معرکۃ الآرا نمبر شائع کیے اور اپنے پیشرو جرائد ''نگار'' اور ''نیرنگ خیال'' کی روایت کو آگے بڑھایا۔ نقوش کا پہلا شمارہ ۸۶ صفحات پر مشتمل تھا۔ طلوع کے نام سے اس کا اداریہ ہاجرہ مسرور نے لکھا ہے۔ مضامین، افسانے اور شاعری کا بے حد متنوع اور معیاری انتخاب اس شمارے میں شامل اشاعت ہے۔ افسانوں میں احمد ندیم قاسمی کا افسانہ ''میں انسان ہوں'' اور ہاجرہ مسرور کا افسانہ ''بڑے انسان بنے بیٹھے ہو'' ۱۹۴۷ کے فسادات کے تناظر میں لکھے گئے ہیں اور انسانیت پر کئے گئے ظلم وستم کی المناک داستاں سناتے ہیں۔ دیگر افسانوں میں کرشن چندر کا ''بھیروں کا مندر لیمٹڈ'' اور عزیز احمد کا ''میرا دشمن میرا بھائی'' بھی لائق مطالعہ ہیں۔ مضامین میں خالد حسن قادری نے ''نیا افق'' کے عنوان سے نئے

پاکستان کے احوال اور اردو زبان کو موضوع بنایا ہے عزیز احمد نے فرحت اللہ بیگ کی مزاح نگاری پر اور غلام رسول مہر نے کمال الدین اصفہانی پر مقالات تحریر کیے ہیں۔نقوش کے پہلے شمارے میں اردو زبان کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اور اس بارے میں فلک پیا، ڈاکٹر عبدالحق، سیماب اکبر آبادی۔خواجہ احمد فاروقی احتشام حسین، نورالحسن ہاشمی اور خدیجہ مستور کے زریں خیالات اور اردو کے فروغ کے لیے تجاویز شائع کی گئی ہیں۔غزلوں میں اثر لکھنوی، اختر شیرانی، فراق گورکھپوری، حفیظ ہوشیار پوری علی سردار جعفری، احمد ندیم قاسمی، سیف الدین سیف، مختار صدیقی کی خوبصورت غزلیں شائع کی گئی ہیں۔نظموں میں حفیظ جالندھری، سیماب اکبر آبادی، یوسف ظفر، قتیل شفائی اور احمد ندیم قاسمی کی رُباعیات شائع ہوئی ہیں۔ان صفحات سے اس دور میں دونوں جانب اردو شاعری اور غزل و نظم کے موضوعات اور معیار کو دیکھا جا سکتا ہے۔حالات حاضرہ کے تحت ایک مضمون ہاجرہ مسرور کا ہمارا سماج کے عنوان سے شائع ہوا یہ ان عورتوں سے متعلق ہے جو فسادات میں اغوا ہو گئی تھیں۔ان کی واپسی نے دونوں جانب بہت سے سماجی مسائل کو جنم دیا۔یہ مضمون ان حالات کا تجزیہ کرتا ہے۔عبدالمجید سالک نے مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے کی گئی کوششوں کا احاطہ کیا ہے دیگر عنوانات کے تحت فلم کے عنوان سے ڈاکومنٹری کی اہمیت اور افادیت پر اے قدوس نے اپنے خیالات رقم کیے ہیں''نئی کتابوں'' کے عنوان سے ہم وحشی ہیں کرشن چندر کے افسانوی مجموعہ پر ہاجرہ مسرور اور علی سردار جعفری کے شعری مجموعہ پر قاسمی صاحب نے تبصرہ کیا ہے۔بہ حیثیت مجموعی''نقوش'' کا یہ شمارہ خوبصورت اور یادگار تحریروں کا ایک گلدستہ ہے۔جس کی مہک آج بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔

''ماہ نو'' حکومت پاکستان کا سرکاری ادبی جریدہ ہے جو ہندوستانی جریدے''آجکل'' دہلی کی طرز پر نکالا گیا تھا۔وقار عظیم آجکل دہلی کے ایڈیٹر بھی رہ چکے تھے۔پاکستان کا پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔اس لیے اپریل ۱۹۴۸ میں''ماہ نو'' کا پہلا شمارہ کراچی سے جلوہ گر ہوا۔معروف نقاد وقار عظیم اس کے مدیر تھے۔اولین شمارہ ۶۲ صفحات پر مبنی تھا۔ادب کے بڑے اہم نام اور اُن کی تحریریں اس شمارے کی زینت تھیں۔''کچھ اپنی باتیں'' کے عنوان سے مدیر وقار عظیم نے اولین شمارہ کا اداریہ رقم کیا ہے۔صفحہ ۳ پر حامد حسن قادری نے''تاریخ قیام پاکستان'' قران مجید سے نکالی ہے۔اس کے بعد خوبصورت اور معیاری نظموں اور غزلوں کا ایک انتخاب شائع کیا گیا ہے۔اس شمارے کی زیادہ تر تخلیقات آزادی اور فسادات کے تناظر میں لکھی گئی ہیں۔اسد ملتانی کی نظم''غم نہ کر''مسعود حسن کی نظم''مدینۂ آدم''ش صہٰی کی نظم''محسوسات'' اور وشوامتر عادل کی نظم''نیند سے پہلے'' کے بنیادی استعارے اور لفظیات غم، بے بسی اور اس سے جنم لینے والی یاسیت ہے جبکہ احمد ندیم قاسمی کی نظم''کل اور آج'' ان کے ترقی پسندانہ نظریات کی علمبردار ہے۔اس شمارے کی واحد غزل فراق گورکھ پوری کی ہے جو غزل کے روایتی موضوع کی حامل ہے اور اس میں کوئی نیا پن نہیں ہے۔افسانوں میں کرشن چندر کا''لال باغ'' آغا محمد کا اشرف کا''دلی کا ایک پودہ'' خواجہ احمد عباس کا افسانہ''میں کون ہوں'' فسادات کے موضوع پر ہیں۔اس شمارے کے قابل مطالعہ اور اہم مضامین میں خواجہ غلام السیدین کا مضمون''آندھی میں چراغ'' قومی ترقی کے موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔علی سردار جعفری کا مضمون''اقبال کی آواز'' اقبال کی شاعری میں حرکت و عمل کے پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔سید احتشام حسین نے''اردو کا لسانیاتی مطالعہ'' میں زبان کے مطالعہ کے لئے صوتیات اور لسانیات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔اختر حسین رائے پوری کا مضمون''پاکستان کے بعض تعلیمی مسائل'' اس میں نوزائیدہ ملک میں تعلیم کی حالت زار اور مستقبل کے تعلیمی منصوبوں پر سوچ بچار شامل ہے۔جس کا ایک پیراگراف حکومتوں کے طرز عمل اور سوچ و فکر کی عکاسی کرتا ہے۔جس کا تسلسل آج بھی جاری ہے۔

اختر حسین رائے پوری لکھتے ہیں

> ''تعلیم کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ اس پر خزانہ کے روپے صرف کرنا اگر فضول خرچی نہیں تو زکواۃ یا خیرات کے قسم کی کوئی چیز ہے۔جس کا حاصل مادی اعتبار سے کچھ نہیں''(۱۲)

''اتاترک کی وصیت'' آغا محمد یعقوب دداشی کا مضمون ہے جس میں اتاترک کی ایک تقریر کا اقتباس دیا گیا ہے جو پارٹی کی ایک کانگریس میں چھ دن جاری رہی تھی دیگر مضامین میں سید وقار عظیم نے شاہ عبدللطیف بھٹائی کا تعارف اور فضل حق قریشی دہلوی نے مغلوں کے فن خطاطی پر ایک دلچسپ اور معلوماتی مضمون تحریر کیا ہے۔صفحہ ۵۵ پر دونئی اردو فلموں اور نئی کتابوں کے عنوان سے علی سردار جعفری کی نظموں کے مجموعے''نئی دنیا کو سلام'' اور اوپندر ناتھ اشک کے ڈراموں کے مجموعہ''ازلی راستے'' پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

جریدے کے وسط میں قیام پاکستان سے متعلق کئی اہم تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ ماہ نو کا اشاعتی سفر آج بھی جاری ہے۔ اب یہ لاہور سے شائع ہوتا ہے اور علمی ادبی حلقوں میں ایک معتبر ادبی جریدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سینکڑوں صفحات پر پاکستانی ادب کے عظیم جواہر پارے اور ادب کی تاریخ بھی ثبت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ادبی دنیا، لاہور، نوروز نمبر، ۱۹۳۲، جلد نمبر ۶، شمارہ نمبر ۱، ص ۹۸

۲۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے لکھا ہے کہ ''نگار کا اجرا آگرہ سے ہوا اور پہلا جریدہ ۲۲ فروری ۱۹۲۲ کو شائع ہوا، صفحہ ۸۶ ماہ نامہ انشا کلکتہ دسمبر ۱۹۹۶ نیاز فتحپوری نمبر، مانک ٹالہ نے صفحہ ۱۴۸ پر یہ ہی بات دہرائی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید نے اپنی کتاب ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، مطبوعہ ۱۹۹۲ میں صفحہ ۱۱۷ پر لکھا ہے۔ ''بھوپال سے فروری ۱۹۴۴ میں نگار جاری ہوا''۔ رسالے کے ابتدائی صفحات میں ایسا کچھ نہیں پرنٹ ہوا کہ یہ پرچہ کہاں سے شائع ہو رہا ہے۔ صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے ایڈیٹر سے خط و کتابت کا پتہ۔ نور محل بھوپال ہے۔ امکان غالب ہے کہ نیاز فتح پوری بھوپال میں مقیم تھے اور پرچہ آگرہ سے جاری کیا گیا۔

۳۔ اردو جامع انسائکلو پیڈیا (جلد دوم) مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ نے صفحہ ۱۹۱۰ پر لکھا کے نیرنگ خیال لاہور ۱۹۲۲ء میں نکلا جو کہ غلط ہے۔

۴۔ محمد طفیل، حکیم صاحب (خاکہ) مطبوعہ، نقوش، لاہور، محمد طفیل نمبر، (جلد دوم) شمارہ ۱۳۵، جولائی ۱۹۸۷، ص ۱۰۷۶

۵۔ برنی، سید مظفر حسین، کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم، اردو اکادمی دہلی۔ ۱۹۹۳، ص ۵۳۲

۶۔ حکیم یوسف حسن کی وفات پر شان الحق حقی نے تاریخ وفات کہی ہے۔

اٹھ گیا بانی میخانہ نیرنگ خیال
لُجہ دود ہوا عرصہ نیرنگ خیال

۱۴۰۱ھ

بحوالہ۔ سہ ماہی اردو کراچی جلد ۶۱، شمارہ نمبر ۳، ۱۹۸۵، ص ۳۳

۷۔ نیرنگ خیال، ماہ نامہ، لاہور، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱، ۱۹۲۴، ص

۸۔ ایضاً ص ۲۷

۹۔ ایضاً ص ۳۸

۱۰۔ ایضاً ص ۴۷

۱۱۔ بحوالہ نقوش، محمد طفیل نمبر (جلد نمبر ۱) ص ۱۷

۱۲۔ رائے پوری، اختر حسین، ماہ نو، کراچی، جلد ۱، شمار نمبر ۱، اپریل ۱۹۴۸، ص ۲۸

اندر پرستش	(نظم)	پور داؤد، ایرانی	۳۹ - ۴۰
کاوش		حافظ امام الدین اکبرآبادی	۴۰
صحرا کا موتی		قمر الحسن جناب قمر	۴۱ - ۵۱
نقوشِ ثانی	غزل	سید کلب احمد ثانی جائسی	۵۲
بہار کی دیوی	نظم	نیاز	۵۳ - ۵۵
اے مطربہ		سید امتیاز علی تاج	۵۶
جرمنی حربِ تجارت کا راز		نیاز	۵۷ - ۶۳
گیسو		نیاز	۶۴

معلومات

حرکتِ زمین کا مشاہدۂ عینی ہوا کے قطرے فوارۂ نور خود نقل کرنے والا آلہ کاتبہ امریکہ کی تعلیمی ترقی ہندوستان کا تعلیمی انحطاط	نیاز	۶۵ - ۷۲

اشتراکیت	نیاز	۷۳ - ۷۶
یارانِ نجد	نیاز	۷۷ - ۸۰

نگار

رئیس التحریر:- نیاز فتحپوری

معاون مدیر:- مخمور اکبرآبادی

مجلد ۱	جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ	قیمت سالانہ پانچ روپیہ
شمار ۱	فروری ۱۹۲۲ء	قیمت ایک پرچہ - آٹھ آنہ

فہرست

علم و ادب

انتساب (نظم)		نیاز	۱
عناصرِ نگار		نیاز	۲ - ۷
فروغِ نظر	(نظم)	ضیا عباس ہاشمی بدایونی	۸
شعر		نیاز	۹ - ۱۹
افکارِ ہادی	(غزل)	سید محمد ہادی بی۔اے۔ ایل ایل بی	۱۹
کلامِ فانی	(غزل)	مولوی شوکت علیخاں فانی بی اے، ایل ایل بی علیگ	۲۰
سمنستان کی شہزادی		لطیف الدین احمد	۲۱ - ۳۲
ایک نقاش کا راز		نیاز	۳۲
شامِ چمن	(نظم معرا)	سید محمد محمود رضوی بی۔ اے مخمور اکبرآبادی	۳۳
[illegible]		نیاز	۳۴ - ۳۸

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

انتساب

اک نازنین رشکِ قمر کشتی میں محوِ خواب ہے
پرتو سے جس کے سطحِ آب اک چادرِ سیماب ہے

کشتی ہے یا روئے آب پر اور اس میں حسنِ صبح زا
ہے برگِ نیلوفر پہ یا اک قطرۂ شبنم پڑا

کشتی تموج میں ہے یا مضطرب ہے چشمِ نیم وا
کشتی میں ہے وہ برق وش ہو آنکھ میں جیسے حیا

یہ حسنِ سیمیں اور یہ رنگینیٔ کیفِ شباب
بت ساز نے بلور کے پیکر میں بھر دی ہے شراب

اک حسن کے پیکر میں یہ مصروفِ راحت ہے شباب
نقشِ جوانی میں ہے یا اک حسنِ کامل محوِ خواب

[illegible] سیدہ بوں کے واسطے
رخسار میں بجلی لئے صبر و سکوں کے واسطے

آویزہ اس کے کان کا ناجز پہ ہے ٹھہرا ہوا
درجِ صدف سے یا کوئی موتی ڈھلک کر رہ گیا

چوٹی ہے یا دو ناگنیں باہم گرہ آلود ہیں
یہ لب ہیں یا دو پنکھڑی اک پھول کی ملفوف ہیں

آنکھیں ہیں بند اس پر بھی ہے یہ ناز ان کا برملا
اندر ہی اندر سمجھ ہے سانچے میں ان کے ڈھل رہا

اک ہاتھ نیچے کمر کے ہے اور دوسرا سینہ پہ ہے
یا دل میں ہے اک جوئے شیر اور ایک آئینہ پہ ہے

گردن ہے شانہ تک کھلی سینہ کمر تک بے حجاب
کیا جانے منظور ہے فطرت کو اب کیا انقلاب

کشتی جو ساحل سے لگی تو ہو گئی بیدار وہ
ذرا اور اس طرح دیکھا مجھے گویا کہ ہے بیزار وہ

کہنے لگی "تو کون ہے کیا اس فضا میں تیرا کام؟"
بولا میں "تجھ سے رکھتا ہے اک گونہ نسبت یہ غلام"

"جلوہ ہے تو میں ہوں نگہ تو برق ہے خرمن ہوں میں"
"تو پھول ہے بلبل ہوں میں تو گوہر ہے تو دامن ہوں میں"

"تو حسن ہے میں عشق ہوں [illegible] تو آگ ہے میں ہوں گداز"
"تو بادشہ میں ہوں گدا، تو ناز ہے میں ہوں نیاز"

یہ سن کے وہ ہنسنے لگی اور پھول برسانے لگی
پھر مجھ کو یہ سب دے گئی جب لوٹ کر جانے لگی

ان خندہ ہائے حسن کی کرتا ہوں قائم یادگار
یعنی انہیں پھولوں کا ہے چھوٹا سا گلدستہ نگار

نیاز

اندر پرستش	(نظم)	پورداؤد، ایرانی	۳۹ - ۴۰
کاوش		حافظ امام الدین اکبرآبادی	۴۰
صحرا کا موتی		قمر الحسن حسب جیا قمر	۴۱ - ۵۱
نقوشِ مانی	غزل	سید کلب احمد مانی جائسی	۵۲
بہار کی دیوی	نظم	نیاز	۵۳ - ۵۵
اے مطربہ		سید امتیاز علی تاج	۵۶
جرمنی حرب و تجارت کا راز		نیاز	۵۷ - ۶۳
گیسو		نیاز	۶۴

معلومات

حرکت زمین کا مشاہدۂ عینی ہوا کے قطرے فوارۂ نور خود نقل کرنیوالا آلۂ کاتبہ امریکہ کی تعلیمی ترقی ہندوستان کا تعلیمی انحطاط	نیاز	۶۵ - ۷۲
اشتراکیت	نیاز	۷۳ - ۷۶
یاران نجد	نیاز	۷۷ - ۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلد (۱) شمار (۱)	نگار	جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۰ھ فروری سنہ ۱۹۲۲ء

عناصر نگار

رسایل و جراید کی سنت دیرینہ ہے کہ جب وہ اول اول منصۂ شہود پر آتے ہیں، تو دنیا کے سامنے اپنے مقاصد و اغراض کی ایک طویل فہرست پیش کرتے ہیں، اور یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ان دعوے کو لیکر وہ رونما ہوئے ہیں اس آخر وقت تک منحرف نہ ہوں گے، اپنی تمام لسانی قوت صرف کر دیتے ہیں۔

ہر چند یہ طریقۂ کار فی نفسہ معیوب و مذموم نہیں، لیکن اس وقت تک کے تجربات و نتائج نے، جن کی تلخی سے اردو دان پبلک کا کوئی فرد نا آشنا نہیں، اس نوع کے آغاز کو ایسی مضحک صورت دیدی ہے کہ مشکل سے اب کوئی سنجیدہ آدمی اس کی تقلید کی جرأت کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ رسائل کیوں بند ہو جاتے ہیں، گویا کہ مستقل موضوعِ گفتگو ہے اور اس پر ہمارے ملک کے بعض انشاپرداز تمدنی، سیاسی، مذہبی، و اقتصادی نقطۂ نظر سے جدا جدا ایک مضمون سپردِ قلم فرما سکتے ہیں، لیکن نہ میں نے اُن سے درخواست کی کہ اس پر طبع آزمائی فرمائیں اور نہ میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں، البتہ سلسلۂ کلام کی رعایت سے اس قدر ضرور عرض کرنا پڑے گا کہ رسایل کے اسباب ناکامی اکثر و بیشتر خود انھیں کے اندر موجود ہوتے ہیں اور خود انھی کی "تعمیر میں خرابی کی صورتیں" مضمر ہوتی ہیں۔

بہرحال، زمانہ کی سرعتِ رفتار اور ان انقلابات کو دیکھتے ہوئے جو زندگی کے ہر ہر لمحہ کے ساتھ وابستہ ہیں، میں یہ دعوے تو نہیں کر سکتا کہ نگار ہمیشہ زندہ رہے گا یا یہ کہ اس کی حیات بہت طویل ثابت ہوگی، تاہم یہ وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ جب تک اس رسالہ کی تحریر میرے سپرد ہے، اس وقت تک اس کو صرف اس وجہ سے

۳

بند نہ ہونے دوں گا کہ "مضامین فراہم نہیں ہوتے یا لکھنے والے توجہ نہیں کرتے" کہ عام طور سے یہ دقت محسوس کی جاتی ہے۔

اب رہا مادی سوال، سو اس کے متعلق میرا عقیدہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ہندوستان میں بھی (جس کی) طور سے فقدانِ ذوق کی شکایت کی جاتی ہے، ایک ماہوار رسالہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے یقیناً توجہ جلب کر سکتا ہے اگر وہ حقیقتاً اس کا اہل ہے۔ اس لئے اگر انھیں خصوصیات کے ساتھ جاری رہا جو میرے یا میرے بعض احباب کے پیش نظر ہیں، تو یہ مشکل بھی آسان ہو جاتی ہے، ورنہ نا کامیاب رہنا ہی بہتر ہے،

ہم اے وحشت خرامی اس کی منزل تک پہنچ جائیں
وگرنہ ہرزہ پیمائی سے تو افتادگی اچھی

علاوہ اس کے دوسرا سبب نگار کے استغنا کا یہ بھی ہے کہ وہ کسی فردِ مخصوص کی ملکیت نہیں بلکہ اس کا بار اتنے شانوں پر منقسم ہے کہ اگر ایک خریدار بھی اس کا پیدا نہ ہو تو بھی وہ آسانی سے اس کو ایک مدت تک بغیر کسی اضمحلال کے سنبھالے رہ سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت، جب کہ سیاسی امیال و عواطف نے زندگی کے تمام لذیذ دوسرے مشاغل کو (شاید بجا طور پر) پس پشت ڈال دیا ہے، اور علی الخصوص اس وقت جب کہ طباعت و کاغذ نقطۂ عروج کی "کلہ افتخ" حد تک پہونچ گئی ہے، کسی رسالہ کا (اور رسالہ بھی وہ جو سیاسیات کے شجر تک پہونچنے کی جرأت نہیں کر سکتا) جاری کرنا پیش بین اور مصلحت اندیش نگاہوں کے نزدیک کچھ اچھی بات نہیں ہو سکتی، لیکن اس کا کیا علاج کہ ہم اپنی جس آرزو کو مستقبل کے خوشگوار منظرِ حالات سے کرتے ہیں، وہ "مستقبل" کے اسی نقطہ پر پہونچ کر محسوس کرتی ہے کہ "ماضی" اس سے بہتر تھا۔ یہ تجربہ تواتر کی حد تک پہونچ جائے اور زمانۂ آیندہ کے تمام نقوش پے در پے اسی طرح مبتلائے فریب رکھنے والے ہوتے رہیں تو کب تک کوئی انتظار کر سکتا ہے۔ آخر کار مجبور ہو کر اسے کہدینا پڑتا ہے۔

"مرغابی مشو کہ کار با طوفان ست"

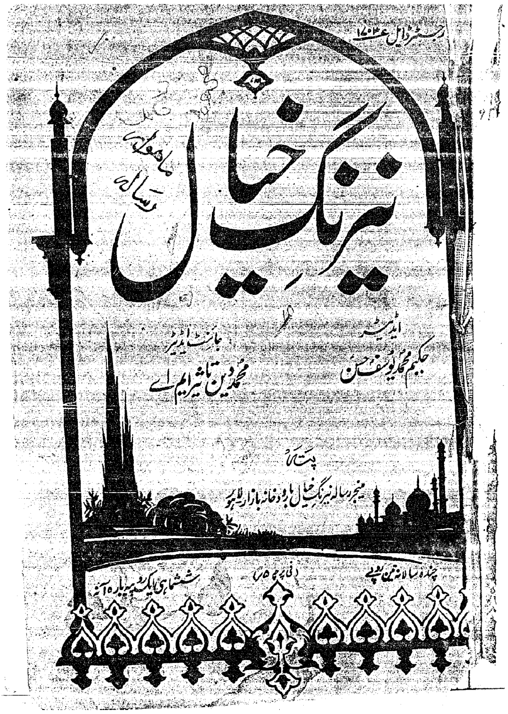

ایڈیٹر حکیم محمد یوسف حسن — **نیرنگِ خیال** — جائنٹ ایڈیٹر محمد الدین ایم اے

جلد ۱ | بابت ماہ جولائی ۱۹۲۴ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	اثر خامہ	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	اثر خامہ	صفحہ
۱	مقالہ افتتاحیہ	ایڈیٹر	۳	۱۲	راوی	جناب عبدالرحمان صاحب چغتائی	۲۹
۲	شذرات		۵	۱۳	غزل	حضرت نظیری بدایونی	۳۰
۳	ذاتی نشو و ارتقاء	جناب ریاض حسین صاحب بی اے	۸	۱۴	فلسفۂ اقبال	جناب محمد الدین صاحب تاثیر ایم اے	۳۱
۴	دامنِ گلچیں	غالب - عزیز - صفی ...	۱۴	۱۵	میں کون ہوں	...... ایڈیٹر	۳۴
۵	فاتح مصر طرابلس	حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری پروفیسر جامعہ ملیہ	۱۵	۱۶	ادبیات	حضرت عزیز لکھنوی، ناظم، سُہا، تاجور، پنہاں، محمود، اختر، تاثیر، شائق	۳۵
۶	عصمت کی دیوی	جنابہ یقیس خاتون جمال صاحبہ	۱۹				
۷	ترکوں کی معاشرت	ملک عبدالقیوم صاحب بی اے	۲۳	۱۷	اخبار علمیہ	ایڈیٹر	۳۹
۸	حسن معاملت	مولانا محمد عبداللہ صاحب	۲۵	۱۸	گل صد برگ	......	۴۱
۹	عمل	ایک مسلمان کی قلم سے	۲۶	۱۹	پارۂ دل	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۴۴
۱۰	وارداتِ قلب	جناب حامداللہ صاحب افسر بی اے	۲۷	۲۰	ترجمات	عہدِ حاضرہ کا مغلِ اعظم و اسلامی دنیا کی مردم شماری	۴۵
۱۱	حجازی شراب	جناب عبدالرحمان صاحب چغتائی	۲۸	۲۱	مرقع الاخبار	...... تصاویر	۵۰

نوٹ:- غلطی درست کر لیجیے - صفحہ ۸ ایر آبپاشی کے لئے دو عظیم الشان "نہیں" کی بجائے نہریں پڑھیے
صفحہ ۳۸ نظم نمود صبح نے دوسرے و چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں فور کی بجائے خور پڑھنا چاہیے

قواعد و ضوابط

(۱) ہر انگریزی مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو لاہور سے شائع ہوا کرے گا - (۲) رسالہ کی ضخامت کم از کم ۵۰ صفحات کی ہوگی (۳) سالانہ قیمت تین روپے ششماہی ۱۲/عہ قیمت فی پرچہ ۵/ (۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری ہے - یاد رکھیے ۲۰ ڈاک خانہ کا نمبر ہے (۵) جواب طلب خطوط کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ ارسال کرنا لازمی ہے (۶) رسالہ نہ پہنچنے کی صورت میں تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر دفتر میں اطلاع موصول ہو جانی چاہیے تاکہ رفع شکایت کا انتظام کیا جائے - بعد از تاخیر دفتر پرچہ بلا قیمت بھیجنے سے معذور سمجھا جائے گا
(منیجر)

مقالہ افتتاحیہ

پنجاب زندہ دلی کے لئے ضرب المثل ہُوا اور ہو کر رہ گیا۔ کوئی وقت تھا کہ قومی جد و جہد کے ہر شعبہ میں ہمیں سبقت حاصل تھی۔ ہر مذہبی، معاشرتی اور ادبی تحریک میں ہمیں پیش روی کا فخر حاصل تھا۔ مگر ملکی انحطاط کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی زوال آتا گیا۔ بلند ہمتی پستی کے ساتھ بدل گئی۔

ادبیات کی تاریخ میں پنجاب کا نام تا ابد ایک مخصوص شہرت کے ساتھ زندہ رہیگا۔ اُردو پنجاب کے بطن سے پیدا ہوا۔ تورانی حملہ آوروں نے پہلے پہل یہیں بود و باش اختیار کی اور بھاشا یہیں نئے سانچے میں ڈھالی گئی۔ مگر حکومت کے تغیر کے ساتھ دہلی اور لکھنؤ زبان کا مرکز بن گئے۔ اور اُردو اپنی سوتیلی ماں کے آغوش میں پرورش پاتی رہی۔ اور یہ موانست یہاں تک بڑھی کہ پنجاب اجنبی قرار دیا گیا۔ اور دہلی لکھنؤ والوں کی زبان ٹکسالی شمار ہونے لگی۔ مگر انقلاب زمانہ نے وطنی حکومت کو تباہ کر دیا۔ اغیار نے قدرتاً بیگانگی برتی اور اس آزمائش کے وقت میں پنجاب مرد میدان ثابت ہُوا۔

دہلی اور لکھنؤ کے اکھاڑہ بند ہر چند آوازے کستے رہے مگر پنجاب میں احیائے اُردو کی تحریک حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی پکڑتی گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بیشمار اخبار و رسالے شائع ہونے لگے اور تمام ملک نے غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کیا۔ یہ علامہ اقبال اور مخزن کا دَور تھا۔ مگر اقتصادی اور معاشرتی تغیرات اپنا اثر دکھلائے بغیر نہ رہے جنگ یورپ تمام ادبی تحریکات کے لئے پیغام قضا ثابت ہوئی لیکن پنجاب پھر بیدار ہوا۔ قومی نشوونما کے ساتھ ادبی ترقی بھی ہونے لگی۔ اور پھر رسائل جاری ہونے لگے۔

گرم صد بار سوزی باز باگردِ سرت گردم
منم پروانہ کز یک سوختن از دست دیا رفتم

یہ مر مر کے جینے کی سرگذشت پنجاب کی ادبی شیفتگی کی ادنیٰ ترین مثال ہے۔ چاہیئے تھا کہ ماہواری رسائل ان تجربات سے کچھ فائدہ حاصل کرتے۔ گذشتہ شب کی گرمیٔ صحبت نے جو پروانوں کا ڈھیر چھوڑا تھا اگر اسے آنے والی صبح کی تعمیر میں صرف کرنا دشوار تھا تو اس سے مشعل ہدائیت کا کام لینا محال نہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے رسائل نے انگریزی میگزینوں کی کورانہ تقلید ترک نہ کی اور محض "ادب لطیف" کی اشاعت اپنا مقصد بنالیا۔ یہ روش نہ تو پبلک میں مقبول ہے اور نہ قوم کے لئے مفید۔ اور نہ ہی ادبیات کی خدمت کرنے کا اعلیٰ طریقہ ہے۔ اُردو کے مشہور ادیب آزاد، شبلی، حالی، سرسید، محسن الملک ادب لطیف کے علم بردار نہ تھے۔ ہم "ادب لطیف" کو معیوب نہیں سمجھتے۔ ہمارے خیال میں ادب لطیف مہذب زندگی کا ایک جزو لاینفک مگر اُسے ادبیات کا واحد نصب العین تصوّر کرنا کسی طرح روا نہیں ہے ؎

من نگویم کہ فرو بند لب از نکتۂ شوق
ادب از دست بدہ بادہ باندازہ بنوش (اقبال)

سلہ اُردو سلطنت مغلیہ کے عہد میں پیدا نہیں ہُوا۔ اس زبان کی پیدائش کے تمام اسباب پہلے بھی بادجوہ اتم موجود تھے۔ ولی جسے غلطی سے اُردو کا پہلا شاعر کہتے ہیں دکنی تھا، جس سے اُردو کی عالمگیر شہرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے پہلے دسویں صدی ہجری میں سلطان محمد علی قطب شاہ دکن صاحب کلیات تھا۔

ہم نے نیرنگ خیال کا اجرا اُردو ادبیات میں اسی کمی کو محسوس کرتے ہُوئے کیا ہے۔ ہمارا مدعا قوم کے احاطۂ نظر کو وسعت دینا ہے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ مہذب دُنیا کے ہر شعبۂ خیال کو ادبی لباس میں پیش کیا جائے۔ معاشرتی، مذہبی، تعلیمی، تاریخی، غرض ہر قسم کے مضامین ہونگے۔ مگر اس تنوع کے ساتھ ساتھ ایک مقصد وحید ہر وقت پیش نظر رہیگا کہ ہر مضمون ایک ادبی تحریر ہو۔

ان تمام خصوصیات کے ہوتے ہوئے ہمارا رسالہ دُنیا بھر کے رسائل سے ارزاں ہے۔ ہم اسے تجارتی فوائد کیلئے نہیں چلا رہے۔ مگر ہم تمام تجارتی اصُولوں کے پابند رہینگے۔ تاکہ اس رسالہ کی زندگی محض ایک رقص شرر ثابت نہ ہو۔ ہم نے مستقل سرمایہ سے کام کرنا شروع کیا ہے۔ اور اگر قوم نے ہماری مدد کی تو یہ رسالہ ایک سنہری خواب سے خوشتر حقیقت ثابت ہوگا۔ ہم اپنی خصوصیات کا مختصر اعادہ کرتے ہیں۔

(۱) ہم مستقل سرمایہ سے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے نیرنگ خیال کے قبل از وقت بند ہو جانے کا ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں۔

(۲) ہمارے مضامین قومی احاطہ نظر کی توسیع کے لئے ملک کی ہر ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہونگے۔

(۳) لکھائی چھپائی اور کاغذ میں نفاست کا خاص خیال رکھا جائیگا۔ ہر نمبر اس کے بعد کسی پہلو سے بھی گھٹیا نہ ہوگا۔

(۴) ہمارا رسالہ ایک مصور رسالہ ہوگا۔ ہر ماہ ایک بلاک کی تصویر ہوگی جن میں سے بیشتر ہندوستان کے نامی گرامی شہرۂ آفاق صناع مسٹر عبد الرحمان چغتائی کی حیرت انگیز نقاشی کا نمونہ ہونگی۔ اور ایک خصوصیت "مرقع الاخبار" ہوگی یعنی واقعات حاضرہ کے متعلق تازہ ترین فوٹو بہم پہنچائے جائینگے۔

(۵) رسالہ کی ایک فوقیت پابندی وقت بھی ہوگی۔

آپکو ان خصوصیات کا اجتماع امریکہ کے علاوہ کسی اور ملک کے ماہوار رسائل میں نظر نہیں آئیگا ؎

ہنوز ہم نفسے در چمن نمے بینم
بہار رسے رسد و من گل نخستینم

لیلےٰ کا تحفہ

اس پرچہ میں ہم ہندوستان کے مایۂ ناز مصوّر عبد الرحمن چغتائی کی صنعت جمیلہ کا ایک نمونہ بہ عنوان "لیلےٰ کا تحفہ" پیش کرتے ہیں۔

لیلےٰ استغراق شوق کے عالم میں دشت قیس میں نکلی ہے۔ اور اس کے ہم عنان آہوان صحرا ہیں جنہیں وہ اپنی چشم کحیل کے اسیر مجنوں کے لئے لائی ہے۔ عالم نیاز میں اس صاحب نظر نے خدا جانے کس پیرایہ میں چشم آہو کی تحلیل کی ہوگی کہ لیلےٰ یہ تحفہ لئے جا رہی ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حُسن و عشق کا امتیاز محال ہو جاتا ہے۔ اور مصوّر نے جس صناعی سے ان رموز کو رنگین جامہ پہنایا ہے اسکی تعریف الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتی۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس مسلمان مصوّر کے فن کے متعلق ایک مستقل مضمون لکھیں اور ادبیات اردو میں یقیناً یہ اپنی قسم کا پہلا کام ہوگا۔

ہم اگلی اشاعتوں میں اس نوجوان مصوّر کی اور تصاویر بھی جنکی تعریف میں یورپ کے نامور ماہران فن رطب اللسان ہیں شایع کر رہے ہیں۔ اسوقت ہم تین بلاک بنوا چکے ہیں دوسرے پرچے میں "آہ! فانی" شایع ہوگی اور تیسری تصویر علامہ اقبال کے مشہور شعر ؎ گند تلوار میں ہو میں عہد زرہ پوشی گیا ۔ جاگ اُٹھ تو بھی کہ دورِ خود فراموشی گیا ۔۔ کے متعلق ہے۔

ہم نے خالدہ خانم بمع اشاف" اور "امیر امان اللہ" کے چند نایاب بلاک بھی تیار کرائے ہیں۔ غرض ناظرین کو تصاویر کے متعلق اطمینان رکھنا چاہیئے۔

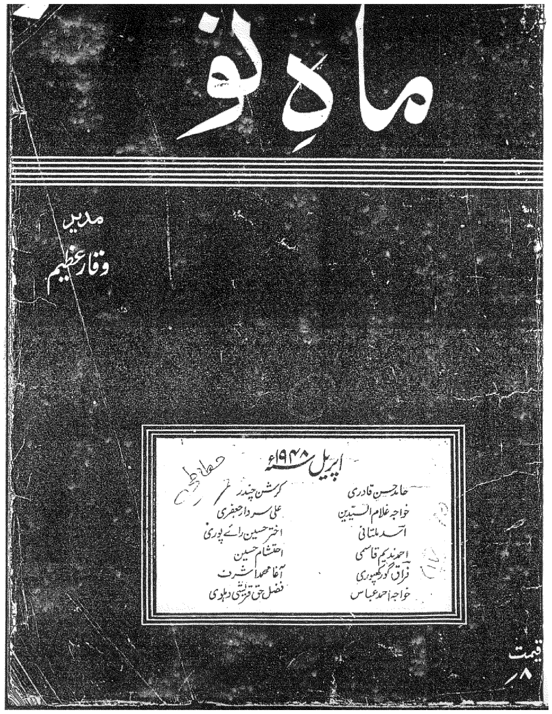

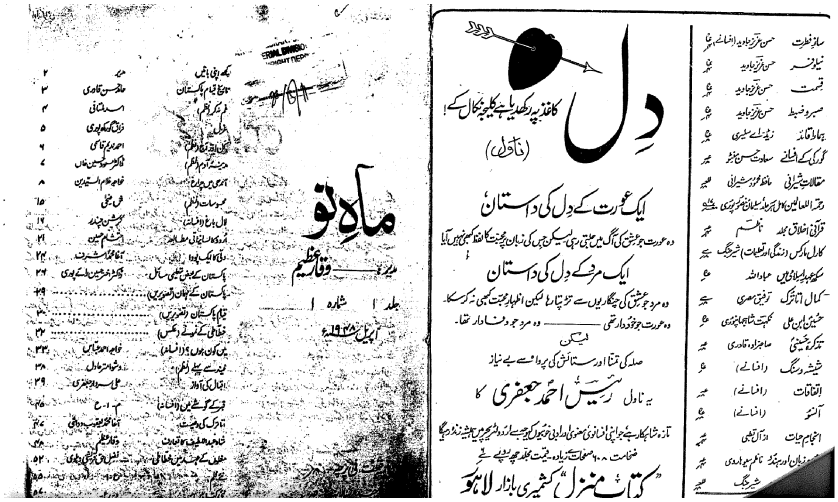

ماہِ نو
مدیر: وقار عظیم
جلد ۱ شمارہ ۱
اپریل ۱۹۴۸ء

کچھ اپنی باتیں	مدیر	۲
تاریخ قیام پاکستان	حامد حسن قادری	۳
غم نہ کر (نظم)	اسد ملتانی	۴
غزل	فراق گورکھپوری	۵
[illegible] (نظم)	احمد ندیم قاسمی	۶
مدینۂ آدم (نظم)	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۷
اندھیرے میں چراغ	خواجہ غلام السیدین	۸
محسوسات (نظم)	[illegible]	۱۵
لال باغ (افسانہ)	کرشن چندر	۱۷
اردو کا لسانیاتی مطالعہ	احتشام حسین	۲۱
دلّی کا ایک پودا	آغا محمد اشرف	۲۴
پاکستان کے بعض تعلیمی مسائل	ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری	۲۶
پاکستان کے مہمان (تصویریں)		۲۹
قیام پاکستان (تصویریں)		۳۰
خطاطی کے نمونے (عکس)		۳۲
میں کون ہوں؟ (افسانہ)	خواجہ احمد عباس	۳۳
نیند سے پہلے (نظم)	وشوامتر عادل	۳۸
اقبال کی آواز	علی سردار جعفری	۳۹
قبر کے گوشے میں (افسانہ)	م۔ ا۔ ح	۴۵
اتاترک کی وصیت	آغا محمد یعقوب دواشی	۴۷
شاہ عبداللطیف کا تعارف	وقار عظیم	۴۹
مغلوں کے عہد میں خطاطی	فضل حق قریشی دہلوی	۵۲
[illegible]	[illegible]	۵۵
[illegible]	[illegible]	۵۷

دِل
کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے!
(ناول)

ایک عورت کے دِل کی داستان
وہ عورت جو عشق کی آگ میں جلتی رہی لیکن جس کی زبان پر محبت کا لفظ کبھی نہیں آیا

ایک مرد کے دِل کی داستان
وہ مرد جو عشق کی چنگاریوں سے تڑپتا رہا لیکن اظہارِ محبت کبھی نہ کر سکا۔
وہ عورت جو خوددار تھی ——— وہ مرد جو وفادار تھا۔
لیکن
صلہ کی تمنا اور ستائش کی پرواہ سے بے نیاز
یہ ناول رئیس احمد جعفری کا
تازہ شاہکار ہے جو اپنی افسانوی معنوی اور ادبی خوبیوں کی وجہ سے اردو لٹریچر میں ہمیشہ زندہ رہیگا
ضخامت ۶۰۰ صفحات سے زیادہ۔ قیمت مجلد چھ روپے ۶
"کتاب منزل" کشمیری بازار لاہور

سازِ فطرت	حسن عزیز جاوید (افسانے)	
نیلوفر	حسن عزیز جاوید	
قسمت	حسن عزیز جاوید	
صبر و ضبط	حسن عزیز جاوید	
ہمارا قائد	زیڈ اے سلہری	
گورکی کے افسانے	سعادت حسن منٹو	
مقالاتِ شیرانی	حافظ محمود شیرانی	
رحمۃ اللعالمین کامل ہر سہ جلد	سلیمان منصور پوری	
قرآنی اخلاق مجلد	ناظم	
کارل مارکس (زندگی اور تعلیمات)	شیر جنگ	
سکھ عہدِ اسلامی میں	عباد اللہ	
کمال اتاترک	توفیق مصری	
حسینؑ ابن علی	نکہت شاہجہانپوری	
تذکرۂ حسینیؑ	صاحبزادہ قادری	
شیشہ و سنگ	(افسانے)	
اتفاقات	(افسانے)	
آنسو	(افسانے)	
انجامِ حیات	از آل نبی	
[illegible] زبان اور ہندو	ناظم سیوہاروی	
[illegible]	شیر جنگ	

کچھ اپنی باتیں

"ماہِ نو" کا پہلا پرچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اپنی تنگ دامانی کے باوجود اس نے مختلف قسم کا مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے — افسانے، نظمیں، غزلیں، علمی، ادبی، اخلاقی اور تمدنی موضوعات پر مقالے، نظم و نثر کے اس مجموعے کو دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ "ماہِ نو" کی اشاعت کا مقصد کیا ہے۔ اس کے مضامین وقت کے اہم تقاضوں کے آئینہ دار ہیں، وہ اخلاق کی قدروں کے ایک خاص معیار کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ انھوں نے اُس وحشت اور درندگی کے خلاف آواز اٹھائی ہے جسے انسان اور انسانیت کے نام و نشان تک سے دشمنی ہے۔ کچھ مضمون مایوس ذہنوں کو امید کی کرن کی جھلک دکھاتے ہیں۔ مضامین کے اس تنوع میں آپ کو ماضی کی پسندیدہ قدروں کے نقوش کے ساتھ ساتھ حال کی تصویریں بھی نظر آئیں گی اور مستقبل کا پیام بھی۔ "ماہِ نو" کا اجرا انھیں مقاصد کا پرتو ہے۔

ادبی نقطۂ نظر سے ماہِ نو کا مسلک و مشرب وسیع النظری پر مبنی ہوگا۔ اس کے اوراق ادب کی قدیم روایتوں کے نقوش کے بھی حامل ہوں گے اور ادب اور شعر کے نئے تجربوں کی جولاں گاہ بھی — ادب میں جو کچھ لطیف و جمیل ہے، ادب میں جو کچھ زندگی کی نزاکتوں کا حامل ہے اور اس میں جو کچھ خیر کا حامی اور شر سے باغی ہے، اس کے لئے "ماہِ نو" کا دامن ہمیشہ وسیع رہے گا۔ اس شمارہ میں مجموعی حیثیت سے آپ کو معلوماتی مضامین کی کسی قدر کمی محسوس ہوگی۔ امید ہے کہ ارباب قلم کی مزید توجہ سے "ماہِ نو" اس کمی کو دور کر سکے گا۔

جن ادیبوں نے "ماہِ نو" کی قلمی اعانت کی ہے وہ انسان کے مستقبل کی طرف سے مایوس نہیں ہیں۔ انھیں انسانیت کی فتح کا یقین ہے۔ وہ محبت، اخوت اور انسانیت کو دنیا میں عام کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان کا یہ جذبہ پُرامن، پُرسکون اور پُرمسرت مستقبل کی ضمانت کرتا ہے۔ خدا کرے "ماہِ نو" اس جذبہ کا ترجمان بن کر امن و سکون اور مسرت کو قریب سے قریب تر لانے کا وسیلہ بن سکے۔

"ماہِ نو" کے اس نقشِ اول کو دلچسپی اور افادیت کا مرقع بنانے میں جن فن کاروں نے ہمارا ہاتھ بٹایا ہے ہم ان کے ممنونِ احسان ہیں۔ جن حضرات کی نگارشات "ماہِ نو" کے آئندہ پرچوں کے لئے ہمارے پاس آ چکی ہیں، ہم ان کے بھی ممنون ہیں۔ اور اپنے ان کرم فرماؤں سے ہماری درخواست یہ ہے کہ وہ "ماہِ نو" کو اپنا سمجھیں اور وہ خدمت سرانجام دینے میں اس کی اعانت فرمائیں جو اس نے اپنے ذمہ لی ہے۔ "ماہِ نو" کا دامن ہمیشہ ان کے الطافِ کریمانہ کا محتاج رہے گا۔

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

(مدیر)

حامد حسن قادری

تاریخِ قیامِ پاکستان

(قرآن مجید سے)

(۱)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ

۶۶ — ھ — ۱۳

ہوا قائم جو پاکستان آخر / بھلے ہی دن تھے ہندوستان کے وہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن / جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام / شبِ تاریک میں ہے مشعلِ رہ
مساوات و اخوت کا علمدار / سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثالِ بے مثالی / سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ؟ / بتاؤں اس کی اک وجہِ موجہ؟

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (آل عمران، رکوع ۱۱)
۱۳۶۶ھ

(۲)

(تاریخ دیگر از قرآن کریم در سنہ عیسوی)

أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ

۱۹ ۴ ۴۷ (سورۂ فاطر رکوع ۴ پارہ ۲۲)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (تم بہترین امت ہو جس کو انسانوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو) ترجمہ: ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا جہاں ہم کو کوئی تکلیف نہ پہونچے گی۔

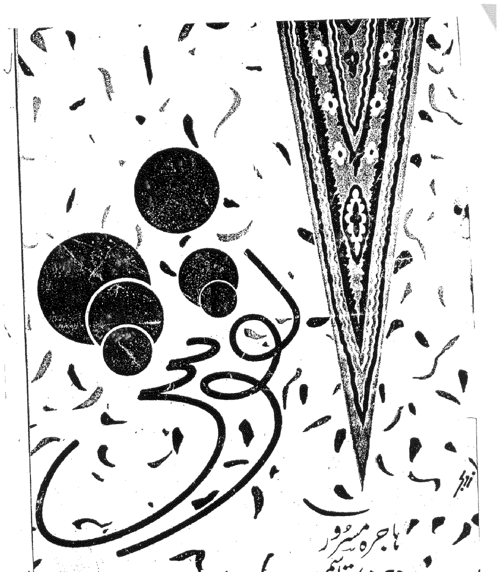

ترتیب

طلوع	ہاجرہ مسرور	۲
مقالے		
نیا افق	خالد حسن قادری	۶
مرزا فرحت اللہ بیگ	عزیز احمد	۱۱
کمال الدین اسمٰعیل اصفہانی	غلام رسول مہر	۱۶
اردو زبان	فاکس پیلا	۱۸
نظمیں		
خطبۂ صدارت	حفیظ جالندھری	۲۰
رباعیات	سیماب اکبرآبادی	۲۳
رباعیات	احمد ندیم قاسمی	۲۳
ابرِ رواں	یوسف ظفر	۲۵
مناجات	قیوم نظر	۲۶
مشورہ	قتیل شفائی	۲۶
افسانے		
بھیڑوں کا منہ لپیٹا	کرشن چندر	۲۸
میں انسان ہوں	احمد ندیم قاسمی	۳۳
بڑے انسان بنے بیٹھے ہو	ہاجرہ مسرور	۴۰
میرا دشمن میرا بھائی	عزیز احمد	۴۷
فاختائیں	ولیم سینسم	۵۲
غزلیں		
غزلِ مسلسل	اثر لکھنوی	۵۶
دو غزلیں	اختر شیرانی	۵۷
برگِ سبز	فراق گورکھپوری	۵۸
گلہائے چیدہ	حفیظ ہوشیارپوری	۵۹
غزل	علی سردار جعفری	۶۰
غزل	احمد ندیم قاسمی	۶۱
غزل	سیف الدین سیف	۶۲
دو غزلیں	مختار صدیقی ـ عبدالحمید عدم	۶۳
ہماری زبان		
	ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۶۴
	سیماب اکبرآبادی	
	خواجہ احمد فاروقی	
	احتشام حسین	
	نورالحسن ہاشمی	
	خدیجہ مستور	
ہماری دنیا		
مسئلۂ فلسطین	عبدالمجید سالک	۶۶
ہمارا سماج		
کچھ تو کہئے	ہاجرہ مسرور	۶۸
فلم		
ڈاکومنٹری	اے۔ قدوس	۶۹
نئی کتابیں		
ہم وحشی ہیں (کرشن چندر)	"ا ہ م"	۷۴
نئی دنیا کو سلام (سردار جعفری)	"م قاف"	۷۵

محمد طفیل پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس سے چھپوا کر شائع کیا

ہاجرہ مسرور

طلوع

لیجئے، ہم نقوش کا پہلا شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ——— اب آپ بے نیازی سے یہ سوچیں گے کہ یہ کونسا حادثہ ہے! اس سے پہلے ان گنت رسالے اپنا پہلا شمارہ پیش کر چکے ہیں، اور آئندہ بھی بے شمار دفعہ لوگ یہ حرکت کرنے سے نہیں چوکیں گے ——— مگر سننے تو سہی! بات یہ ہے کہ یوں تو دنیا میں روزانہ بے شمار بچے پیدا ہوتے ہیں، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہی بے شمار ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بچوں میں کوئی ننگی بچہ ملکوں اور قوموں کی تقدیریں الٹ پلٹ کر رکھ دیتا ہے ——— یہ حقیقت ہے کہ ہر صدی میں کئی ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں، لیکن کم بخت مامتا کو کیا کیجئے کہ ہر ماں اپنے ہر بچے کا پالنا جھلاتے ہوئے کہتی ہے ——— "اللہ نظر بد سے بچائے، میرا راجہ بیٹا کم از کم ڈپٹی تو ضرور بن کر رہے گا" ———

لیکن اس وقت کیسا جی جلتا ہے، جب وہ راجہ بیٹا پٹواری کی آسامی میں بھی حاصل نہیں نکلتا ہے!

بالکل یہی حال اردو کے عام رسالوں کا ہے، معلوم نہیں آپ کی نظر میں اس المیہ کی بنیادی وجہ کیا ہو گی، مگر ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اس اٹھا پٹخ میں سارا فساد بے "پروائی" اور "بے عملی" کا ہے ——— جو بھی نیا رسالہ اٹھا کر دیکھئے، اس کے اداریے میں دعووں کی ایک گھنگھور گھٹا چھائی نظر آئے گی، لیکن اس کے آگے مطلع صاف، یا پھر چھٹے پھٹے بادلوں سے دوچار ہیے، رس آوارہ ٹکڑے ——— بس اس پر منتظر آنکھیں جیسے سانگ اٹھتی ہیں ——— اور یاسی بیزاری بن کر ذہنوں پر چھا جاتی ہے ——— پھر اگر کہیں سے وا تھی کوئی ڈھنگ کی صورت ابھرنے کی کوشش کرتی ہو تو بھی سب بے زار نظریں ادھر غور نہیں کرتیں۔ ——— اس ڈر کے مارے ہم آپ کے سامنے بلند بانگ جذباتی وعدوں کے ساتھ آنے کی بجائے سیدھی طرح اپنے کام کی پہلی قسط پیش کر رہے ہیں ——— "نقوش" کیا ہے اور کیا ہو گا، اس کا قرابت اندازہ آپ ہی لگا لیجئے، بس ہم چند لفظوں میں اتنا ضرور بتائیں گے کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ کس مقصد کو سامنے رکھ کر اور کیوں؟

سب سے پہلے اردو زبان کی بقا اور نکھار کا مسئلہ ہے ——— اردو ہندوستان کے کسی ایک فرقے یا کسی ایک صوبے کی زبان نہیں، اور نہ اس کا سرچشمہ کوئی ایک زبان ہے ——— بلکہ یہ ہندوؤں مسلمانوں کے صدیوں کے میل جول اور ایشیا کی کئی زبانوں سے مل کر بنی ہے، اسی لئے رجعت پسند متعصب لوگوں کی غوغا آرائی کے باوجود اردو کی ہندوستان گیری اور عوام پسندی کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ اور دوسری بڑی جنگ میں بھی زبان ٹوکیو سے لیکر برلن اور لندن تک سنی جا سکتی تھی، حقیقت کل اتنی ہے کہ یہ پیاری زبان اس نئی دلہن کی طرح ہے، جس کی ریشمی زلفیں اس کی کئی سہیلیوں نے ل جل کر بنائی سنواری ہوں، لیکن ہندوستان کی تقسیم کے بعد ہی نئی ہندی کی ریشمی زلفیں و نتی غم و غصے میں یوں کھسوٹی گئیں کہ اب انہیں دیکھ کر جو شبہ کا نقصہ ضرور ذہن میں رینگ آتا ہے یہ ذلت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا ——— ہندوستان میں سرکاری زبان ہندی قرار دے دی گئی ——— وہ ہندی نہیں جو اپنی نرمی اور مٹھاس کی وجہ سے اردو ہی کی بہن معلوم ہوتی تھی۔ بلکہ وہ ہندی جسے اب مارے جوش کے غیر مانوس لفظوں کا ایک ایسا گورکھ دھندا بنا دیا گیا ہے کہ خود ہندو عوام اسے سمجھنے اور بولنے سے قاصر ہیں ——— ادھر پاکستان میں ہوا کا رخ اردو کے موافق ہی رہا، لیکن ظاہر ہے کہ اردو کی ہمہ گیری کو اس تقسیم نے نقصان پہنچایا ہے۔ اردو کو اپنا رنگ نکھارنے کے لئے پاکستان کا مرکز تو مل گیا ہے، لیکن اس میں بڑھنے اور پھیلنے کی جو صلاحیتیں ہیں وہ چند صوبوں میں محدود ہو کر رہ گئی ہیں ——— ساتھ ہی یہ ڈر بھی ہے کہ کہیں اردو کی نرمی اور مٹھاس فارسی اور عربی کی بھاری بھاری ترکیبوں اور ثقیل لفظوں کے بوجھ تلے دب کر دم نہ توڑ دے۔ پاکستان میں اردو کا مستقبل اس لحاظ سے کبھی خطرناک سے محفوظ ہے۔ اسی خیال سے ہم نے ہندوستان اور پاکستان کے نامور نقادوں اور فن کاروں سے اردو کے نکھار کے بارے میں ان کی رائے پوچھی ہے، ان کے جواب ایک مستقل عنوان کے تحت "نقوش" میں برابر شائع

ہوتے رہیں گے۔ اسی سلسلے کی پہلی کڑی اس شمارے میں پیش کی جا رہی ہے، کچھ عرصے کے بعد اردو ادب کے چند رہنماؤں سے ان جوابوں کی روشنی میں آخری فیصلہ حاصل کر کے "نقوش" میں درج کر دیا جائے گا ——— ہمارا ارادہ ہے کہ اردو زبان کے مختلف پہلوؤں پر اسی قسم کی اور بحثیں بھی مستقل طور پر جاری رکھیں، کیونکہ ادب کی ترقی کا انحصار بڑی حد تک زبان کے نکھار پر ہے۔

ہندوستان میں اردو کے مستقبل سے ہم بالکل مایوس بھی نہیں ہیں، اس لئے کہ اس کی جڑوں کو ہندوستانی عوام کے دلوں سے اکھاڑنے میں بھی کافی مدت درکار ہو گی، اس کے علاوہ ہمارے ہندو اور سکھ فن کار ساتھیوں نے تقریباً متفقہ دستخطوں سے ایک منشور شائع کر کے پاکستان کے ادیبوں کو یقین دلایا ہے کہ اردو کو مرنے نہیں دیا جائے گا، اور سیاسی تقسیم زبان کو تقسیم کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔

اردو اب آزاد عوام کی زبان ہے۔ اس لئے اردو کے فنکاروں کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہیں ——— ہم اردو ادب کے موجودہ سرمائے کے بارے میں زیادہ خوش فہمی میں نہیں الجھ سکتے، ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ روسی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی اور چینی وغیرہ میں ادب کے جس قدر شاہکار موجود ہیں ان کے مقابلے میں اردو کا دامن چند مختصر نظموں اور چند اچھی کہانیوں کے سوا ذرا سونا سونا سا ہے۔ ابھی فلسفہ، تاریخ و سیر، تنقید، معاشرت، سائنس، غرضیکہ نئی زندگی کے بے شمار ایسے شعبے ہیں جن کی طرف ادیبوں نے زیادہ توجہ نہیں دی اور اس لئے اردو میں اچھا ٹھوس ادب برائے نام ہی ہے ——— ہماری تمنا ہے کہ "نقوش" کے ذریعے ہم ہر بڑی اور زندہ زبان کا اچھا ادب برابر پیش کرتے رہیں ——— اس سلسلے میں افسانہ اور نظم کی پابندی نہیں۔ "نقوش" میں شائع ہونے والے ترجمے زندگی کے ہر اس شعبے پر محیط ہوں گے جن کا براہِ راست تعلق ادب سے ہوتا ہے۔

اب تک ادبی رسالے تقریباً ایک ہی ڈھرے پر چلتے آئے ہیں ——— کوئی بہت دور کی کوڑی لایا۔ تو کتابت، طباعت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں ذرا جدت پیدا کر دی۔ افسانہ، نظم اور غزل کے علاوہ کسی اور صنفِ ادب کو اس کا صحیح مقام دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ نئی کتابوں پر تبصرے کو بھی فروعی حیثیت بخشی گئی ——— اس لحاظ سے ہمارے ادبی رسالے ان پودوں جیسے بن گئے جن کی ڈالیوں سے پتوں اور کانٹوں کو نہایت صفائی سے دور کر دیا گیا ہو، لیکن ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم ہر اس موضوع پر مضامین کا ایک سلسلہ شروع کریں جس کے اثرات سے ادب، زندگی کا آئینہ دار ہوتے ہوئے منہ نہیں پھیر سکتا ——— اس سلسلے میں ہم اردو داں طبقے کے سامنے نئے نئے مسائل اور ان کے نئے نئے حل پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

آج سے دس بارہ برس پہلے اردو فن کاروں کی جو جماعت اٹھی تھی ——— وہی اب تک میدانِ ادب پر چھائی ہے، اس دوران میں صرف دو چار افسانہ نگار اور دو ایک شاعر یا نقاد اس جماعت میں اور شامل ہو سکے ہیں اور بقیہ اس جماعت کے پیچھے کھڑے دوسروں کے چبائے ہوئے نوالوں کی جگالی ہی کرتے رہ گئے ——— آزاد ادب کو "مریدانہ ٹائپ" کی ذہنیت رکھنے والے ادیبوں کی ضرورت نہیں۔ اس طرح ادب کی ترقی رک جاتی ہے ———

اب ہمارا ادب بھی غیر ملکی حکومت کے پنجے سے اپنا گلا چھڑا چکا ہے۔ اس لئے ہماری زندگیوں کے اکثر مسائل بدل سے گئے ہیں۔ اور ہمارے سامنے نئے نئے حالات ہیں ——— اب ہمیں نئے نئے ذہین فن کاروں کی ضرورت ہے جو ہماری بدلی ہوئی زندگی پر گہری نظر ڈال سکیں اور ہماری ہر نئی پرانی الجھن کا حل ہمارے نئے ماحول میں ڈھونڈ سکیں۔ ہر زمانے اور ہر دور میں ذہین لوگ پیدا ہوتے ہیں، یہ حقیقت ہے ——— اسی لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ "نقوش" کے ذریعے ہم نئے نئے لکھنے والوں کو آپ سے متعارف کرائیں گے، آخر آج کے پرانے لکھنے والے بھی کبھی نئے لکھنے والے ہی تھے۔

اور اب آخر میں ——— ! ہمارا ملک کئی صدیوں کی غلامی کے بعد آزاد ہوا ہے۔ آزادی کسے نہیں بھاتی! اور کون ہے جو اپنی بھائی ہوئی چیز دانتوں سے نہیں پکڑتا ——— مگر آپ تو جانتے ہی ہیں کہ اگر آزادی سے سچا فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کو ترقی کی طرف نہ لے جایا جائے، بلکہ نظامِ حکومت کو کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی دائرے میں گھمایا جاتا رہے، تو کسی نہ کسی کمین گاہ سے غلامی پھر جھپٹ کر اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا دیتی ہے۔ بھلا بتائیے تو کس صحیح دماغ والے کو اس غلامی سے ڈر نہیں لگتا۔ پھر اگر اس ڈر سے ہم اپنے ادب کو بھی کولہو کے بیل کی طرح چھوڑ دیں تو زمانے سے روئیں تو کس کے قصور وار ٹھہریں گے۔ ہم نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ایسے ادب کی اشاعت کے مرتکب نہ ہوں گے جو ہمیں آزادی کے صحیح معرف کا احساس نہ دلا سکے۔

جس میں ہمارے کروڑوں عوام کے دلوں کی دھڑکن کی بجائے چند رجعت پسندوں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے دلوں کی دھمک ہو ——— جس میں وقت کی بیچ و تاب کھاتی ہوئی ضرورتوں اور تقاضوں کی جگہ جھوٹ موٹ کے خوابناک رومانوں کے چرچے ہوں۔ جو ہمارے خواب کر جھکے ہوئے ذہنوں پر افیون کا نشہ بن کر چھا جائیں۔ ہمارے اس فیصلے میں کس قدر سچائی ہے۔ اس کا ہلکا سا نقش آپ "نقوش" کے صفحات پر ابھرتا ہوا دیکھئے!

ہم آزاد ہیں۔ اور اپنے ملک کے وفادار ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر ترقی پسند ہیں۔

نووارد

(آج کے پرانے بھی کبھی نئے تھے)

اے۔ قدوس

مردانہ حسن کے پیکر، صورت اور سیرت کے لحاظ سے مکمل اور منفرد، شملہ کے رہنے والے ہیں لیکن زندگی کا کافی حصہ دہلی میں گزارا۔ سینٹ سٹیفن کالج دہلی سے بی اے کا امتحان پاس کیا، لیکن وہاں پڑھنے کی بجائے ڈرامے کھیلتے رہے، چھ برس کی عمر میں ایک ڈرامے میں پارٹ ادا کرنے کے سلسلے میں انعام حاصل کر چکے ہیں، ڈرامے سے بہت شغف ہے۔ خود ان کی ۳۵ برس کی زندگی اچھا خاصا ڈرامہ معلوم ہوتی ہے، کالج سے نکل کر آل انڈیا ریڈیو سے منسلک ہو گئے اور دو تین سال تک عورتوں اور بچوں کے پروگرام نہایت کامیابی سے چلانے کے بعد ڈرامے اور پنجابی پروگراموں کے بھی انچارج رہے۔ جنگ کے دنوں میں ریڈیو کے محکمہ کی طرف سے جنگی نامہ نگار کی حیثیت سے جنوب مشرقی ایشیائی کمان میں بھیج دیئے گئے اور بے شمار مفید تجربات حاصل کر کے واپس آئے، فوراً بعد ایک سال کے لئے یورپ روانہ ہو گئے، جہاں بی بی سی میں کام کیا۔ اور ساتھ ہی مارٹن پارک سٹوڈیوز میں ڈاکومنٹری فلم کی تعلیم اور تجربہ حاصل کیا۔ اس قدر محنت اور دلچسپی سے کام کیا کہ وہ پاکستان میں ڈاکومنٹری فلم پر ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ واپسی پر ریڈیو پاکستان پشاور میں متعین ہوئے، اور آجکل وہیں پروگرام سپروائزر کے عہدے پر مامور ہیں۔

ابھی تک کنوارے ہیں، گھر میں ان کی سب سے بڑی دلچسپی "امی" اور "ابی" ہیں۔ اور گھر سے باہر خوش ذوق احباب کی محفلوں میں اپنے گوناگوں تجربات و مشاہدات کے قصے اور لطیفے، ہر وقت مصروف نظر آتے ہیں لیکن یہ مصروفیت دوسرے لوگوں کے کاموں کے سلسلے میں ہوتی ہے، بغیر تعارف کے ان سے کوئی فرمائش کر دیجئے، اسے پورا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے اور جواب میں اشکریہ تک کا لفظ سن کر برا مان جائیں گے۔ دوستوں کے بے لوث دوست اور دشمنوں کے خوفناک دشمن ہیں۔

پاکستان کی فلمی صنعت ان کے انتظار میں ہے۔ "ڈاکومنٹری فلم کے بارے میں وہ "نقوش" میں مسلسل لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور اس ایک حد تک اجنبی لیکن انتہا درجہ کی مفید صنعت سے پاکستانیوں کو روشناس کرا کے حکومت اور جمہور کو اس نئی شاہراہ پر چلانے کا عزم کر چکے ہیں۔

ندیم